رجسٹرڈ ایل نمبر ۴۳۵

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ

ابر نیساں کی نصرت کے لئے اک سماں پر شور ہو | عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا | اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانے کے دن

دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا۔ (الہام مسیح موعود)

الفضل

چندہ غیر ممالک کے سے سات روپے

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤنگا۔ (الہام مسیح موعود)

فہرست مضامین

جلد ۶ | ۱۱ جنوری ۱۹۱۹ء | شنبہ | ۸ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ | نمبر ۵۲

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کے متعلق تاحال صرف ۵ تاریخ کی اطلاع ہمارے پاس پہنچی ہے جو یہ ہے کہ حضرت بخیریت بھیرہ پہنچے۔ رات کو کچھ گلے میں تکلیف زیادہ رہی۔ لیکن آج خدا کے فضل سے زکام اور گلے کی تکلیف کو بالکل افاقہ ہے چند دن ہوئے کوہاٹ وغیرہ کے چند افغان جو غیر مبایعین کے جلسہ میں شامل ہونے کے لئے لاہور آئے تھے۔ یہاں بھی آئے ان کی ہر طرح خاطر تواضع کی گئی۔ لیکن پیام صلح کا ان کے متعلق یہ لکھنا کہ وہ بہت ہی برا اثر اپنی طبائع پر لیکر گئے ہمارے نزدیک

اخبار احمدیہ

میرپور میں تبلیغ احمدیت

جناب مولوی غلام رسول صاحب

وزیر آبادی ۱۰- دسمبر ۱۹۱۸ء سے ۱۴- دسمبر ۱۹۱۸ء تک جو میرپور میں وعظ فرماگئے تھے۔ ان کے اثر سے جو اشخاص نیک دل متاثر ہوئے اُن کے خیالات کو احمدیت سے برگشتہ کرنے کے لئے ثنائی پارٹی نے نہایت کوشش کی۔ مگر وہ اشخاص اُن کی کوشش سے برگشتہ نہ ہوئے۔ بلکہ انہوں نے احمدیت کی طرف زیادہ رجوع کیا۔ جس پر ثنائی پارٹی نے سیالکوٹ وامرتسر مولوی ابراہیم اور مولوی ثناءاللہ کو تاریں دیں کہ فوراً پہنچو۔ اور آکر ان لوگوں کو نصیحت کرو۔ تاکہ وہ احمدی ہونے سے باز رہیں۔ مگر امرتسر و سیالکوٹ سے ثنائی پارٹی میرپور کو نفی میں جواب ملا۔ اس پر انہوں نے دو آدمی سیالکوٹ مولوی ابراہیم صاحب کو بلانے کے لئے روانہ کئے۔ لیکن وہ ناکام سیالکوٹ سے واپس آئے۔ اسی اثناء میں جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری کی نسبت بذریعہ جناب حافظ غلام رسول صاحب جہلم سے اطلاع پہنچی کہ وہ جہلم تشریف فرما ہیں۔ چونکہ یہاں شور بدستور برپا تھا۔ اس لئے مناسب جانکر یہاں سے بذریعہ تار جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب کو اطلاع دی گئی۔ کہ فوراً میرپور تشریف لادیں چنانچہ

Digtized by Khilafat Library

۲۳ - دسمبر ۱۹۱۸ء کو جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب وجناب حافظ غلام رسول صاحب میرپور پہنچ گئے۔ بردو صاحبان کی تشریف آوری پر شہر میں منادی کرائی گئی۔ کہ رات کو وعظ ہوگا۔ چنانچہ محلہ حیدرآباد میں برمکان خوشی محمد صاحب زیر صدارت جناب حافظ غلام رسول صاحب جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری نے وعظ فرمایا۔ اور بعد میں جناب حافظ صاحب نے فرض صدارت ادا کیا۔ اور ضروری باتیں ذہن نشین کرائیں بعد خاتمہ وعظ۔ بھائی کرم الدین صاحب زرگر نے کہا کہ مولوی محمد یوسف صاحب تعلیم یافتہ دیو بندی کا خیال ہے۔ کہ وہ مناظرہ کریں۔ جن کو کہا کہ ہمکو منظور ہے۔ اور ہم خداوند کریم جلشانہٗ کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ جو تجویز آپ کریں ہمیں منظور ہے۔ ہم نے تجویز کی کہ پہلے ایک گھنٹہ جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب وفات مسیح اور صداقت مسیح کا ثبوت دیویں۔ اور اس کی تردید ایک گھنٹہ مولوی محمد یوسف صاحب کریں اس کے بعد ایک گھنٹہ جناب حافظ غلام رسول صاحب وفات مسیح اور صداقت مسیح پر مزید روشنی ڈالیں چنانچہ اسی تجویز مقررکردہ پر فریقین کے مولوی صاحبان [illegible] ۲۴ - دسمبر ۱۹۱۸ء مسجد سراجاں میں بوقت ۱/۲ ۱ بجے جمع ہوگئی۔ اور جناب شیخ عبدالرحیم صاحب سب انسپکٹر بھی معہ سپاہیوں کے آگئے۔ تو مولوی محمد ابراہیم صاحب نے تقریر بردو امور پر فرمائی۔ جو سامعین نے نہایت سکینت سے سماعت کی۔ طرز تقریر مولوی صاحب موصوف کا نہایت احسن تھا۔ اگرچہ بعض تندمزاج لوگوں نے جو اندر ہی اندر کڑھتے تھے بدامنی پھیلانے کی کوشش کی۔ مگر چونکہ مضمون دلربا تھا اور پولیس کا انتظام تسلی بخش تھا اس لئے وہ اپنے قبیح ارادہ میں کامیاب نہ ہوسکے۔ اور علاوہ ازیں اہل ہنود موجود تھے۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب کی تقریر ختم ہوئی۔ تو چونکہ وقت شام ہوگیا تھا اس لئے تردید کی جواب مولوی محمد یوسف صاحب نہ دے سکے۔ اور دوسرے روز ۲۴ - دسمبر ۱۹۱۸ء ۱۰ بجے سے ۲ بجے تک وقت مقرر ہوا۔ چنانچہ ۲۴ - دسمبر ۱۹۱۸ء کو ۱۰ بجے سے ۱۱ بجے تک مولوی محمد یوسف نے تردید بزعم خود کی۔ جس سے اہل بصیرت بیزار ہوئے۔ یہ مقام جامع مسجد تھا۔ اس کے بعد جناب حافظ غلام رسول صاحب نے تقریر ۱ بجے سے ۲ بجے تک فرمائی۔ اس تقریر نے سامعین کو جو اہل اسلام اور اہل ہنود قریباً دو ڈھائی صد کے تھے دنگ کر دیا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہر طرز و طرق سے ثابت ہوگئی۔

میاں شیر محمد سارجنٹ پولیس پنشنر میرپور

بنگال میں تبلیغ

اس علاقہ میں جناب مولانا سید عبدالواحد صاحب مبلغ محنت سے کام کر رہے ہیں۔ ۱۶ سے ۳۱ دسمبر تک جناب نے برہمن بڑیہ۔ سوتیل شائی سبزی محل۔ گھوڑا۔ کاونلی۔ وغیرہ مقامات پر وعظ و تبلیغ فرمائی۔ چند اشخاص نے بیعت کی آپ کا سلسلہ تصنیف و تالیف اور تحریری تبلیغ و اصلاح کا کام بھی جاری ہے۔

مباہلہ کی طرف آئیے

اس عنوان سے الفضل نمبر ۴۳ میں جو مضمون سہارنپور کے ایک اشتہار کے جواب میں شائع ہوا ہے اسی انجمن احمدیہ میرٹھ نے ایک بڑے اشتہار کی صورت میں خوبصورت چھپوا کر شائع کیا ہے اسکی دوسری طرف حضرت مسیح موعود کی مختلف عبارات درج ہیں۔ جن میں دنیا کو خطرناک عذابوں کی خبر دیگئی تھی۔ اور ساتھ ہی موجودہ عالمگیر عذاب میں مبتلا ہونے کا تذکرہ انگریزی اخبارات کی زبان سے درج کیا ہے۔ احباب اس مفید اشتہار کو صرف محصول ڈاک بھیجکر انجمن احمدیہ میرٹھ سے منگوالیں۔ اور سمجھدار لوگوں میں تقسیم کریں۔ دو پیسہ کے ٹکٹ میں پندرہ کا پیکٹ بھیجا جائیگا۔

بصرہ میں تبلیغ

برادر منشی عبداللہ خانصاحب قانونگوئے بصرہ سے لکھتے ہیں۔ کہ وہ تبلیغ میں مصروف رہتے ہیں۔ اور کئی مولویوں وغیرہ سے گفتگو ہوتی رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ مفید نتائج پیدا کرے۔

درخواست دعا

برادرم عبداللہ خان صاحب ساکن ماڑو کے بھگت کی اہل وعیال کی صحت اور تندرستی کے لئے احباب دعا کریں۔

نماز جنازہ

برادر برکت علی خاں صاحب شاہ پوری سپرنٹنڈنٹ باشندہ گجرات کا لڑکا فوت ہوگیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون احباب نماز جنازہ غائب پڑھیں۔

نئے انتظام کی نئی ضروریات

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کے اعلان سے احباب کو نئے انتظام کی نوعیت کی اطلاع ہو چکی ہے۔ مجھے اس وقت صرف اتنا عرض کرنا ہے۔ کہ حضرت فضل عمر ایدہ اللہ بنصرہ کے اولوالعزم ارادوں کی تکمیل کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اس نئے انتظام کے لئے جہاں اور بہت چیزوں کی ضرورت ہے وہاں روپیہ کی بھی بہت ضرورت ہے۔ کام شروع ہوگیا ہے۔ اور روپیہ کی ضرورت بڑھ رہی ہے۔ علاوہ چندہ صدر انجمن چھ ہزار روپیہ کی ضرورت ہے۔ احباب فراہمی چندہ میں تندہی سے کام لیں۔ اور جہاں تک ہوسکے روپیہ جلد ارسال فرمائیں۔ والسلام

نیازمند عبدالمغنی۔ ناظر صیغہ بیت المال قادیان

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

الفضل

قادیان دارالامان ۱۱ جنوری سنہ ۱۹۱۹ء

اُمّتِ محمّدیہ میں مجدّد

مجدّد خدا تعالیٰ مبعوث کرتا ہے

(۴)

گزشتہ پرچہ میں مولوی ثناء اللہ صاحب کے سامنے ہم جو دو صورتیں پیش کر چکے ہیں۔ معلوم نہیں اِن میں سے وہ کونسی اختیار کرتے ہیں۔ ان کے متعلق تو ہم اُسی وقت کچھ کہا جا سکتا ہے۔ جبکہ وہ کوئی جواب دیں۔ فی الحال ہم یہ بتانا چاہتے ہیں۔ کہ ان کے دل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی کچھ وقعت اور قدر ہی نہیں ہے جس میں ہر صدی کے شروع میں مجدد مبعوث ہونے کا ارشاد ہے یہی وجہ ہے کہ وہ عجیب عجیب باتیں بناتے اور مجدد کو ایک نہایت معمولی اور ادنیٰ درجہ کی چیز سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ لکھتے ہیں۔

"مجدد دین کے لئے کوئی نشان کرامت یا معجزہ نہیں ہوتا بلکہ محض ان کی دینی خدمات سے لوگ ان کی نسبت حسن ظن کر لیتے ہیں۔"

ان الفاظ کا صاف مطلب یہ ہے۔ کہ مجدّد کوئی ایسی شخصیت نہیں رکھتا جس کا کوئی پتہ و نشان ہو بلکہ یونہی کسی کی دینی خدمات کے متعلق حسن ظنی سے کام لے کر اسے مجدد کہہ دیا جاتا ہے۔

اس قسم کے الفاظ ہرگز کسی ایسے شخص کے منہ سے نہیں نکل سکتے۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی عزت کرتا ہے۔ کیونکہ حدیث کے الفاظ بتا رہے ہیں۔ کہ مجدد خدا تعالیٰ مبعوث کرتا ہے۔ اگر مجدد کے لئے کوئی ایسا نشان ہی نہیں ہوتا جس کے ذریعہ اسے پہچانا جا سکے۔ تو پھر خدا تعالیٰ کے مبعوث کرنے کا مطلب کیا ہوا۔ یہ تو کہا نہیں جا سکتا کہ خدا تعالیٰ مجددوں کو اس لئے مبعوث کرتا ہے کہ وہ پہچانے ہی نہ جائیں۔ پس اگر خدا تعالیٰ انھیں اس لئے بھیجتا ہے۔ کہ وہ دین کو تازہ کریں گمراہوں کو ہدایت کی طرف لائیں اور لوگوں کے غلط اعتقادات کی اصلاح کریں۔ تو پھر ضروری ہے کہ ان کے ساتھ ایسے نشانات بھی ہوں جن کے ذریعہ ان کا مجدد ہونا ثابت ہو سکے اور لوگ انھیں پہچان سکیں۔ ورنہ ان کا بھیجنا نہ بھیجنا مساوی ہے۔ افسوس کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کج فہمی سے باوجود اہلحدیث کہلانے کے حدیث کے منشا کے صریح خلاف یہ کہہ رہے ہیں کہ مجدد دین کے لئے کوئی نشان ہی نہیں ہوتا اور اس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو ایک لغو اور فضول کلام قرار دے رہے ہیں۔ کیا مولوی ثناء اللہ صاحب ٹھنڈے دل سے اس بات پر غور کریں گے۔ اور دیکھیں گے کہ حق کی مخالفت نے انھیں کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ دراصل انھوں نے یہ بات اس لئے کہی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہونے والے مجددوں کو بے نام و نشان بنا کر مجدد کی ایسی تعریف کریں جس کی رو سے وہ خود بھی مجدد کہلا سکیں۔ جیسا کہ انھوں نے اس مضمون میں مجدد کی خود ساختہ تعریف کو اپنی ذات والا صفات پر چسپاں بھی کیا ہے۔ لیکن اتنا نہ سوچا کہ اس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر کتنا بڑا حملہ ہوتا ہے۔ رسول کریم تو فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے شروع میں مجدد مبعوث کرے گا جس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ خدا تعالیٰ ان کے ساتھ نشان بھی رکھیگا۔ تاکہ معلوم ہو سکے۔ کہ خدا نے انھیں مبعوث کیا ہے لیکن مولوی صاحب کہتے ہیں۔ کہ ان کے لئے کوئی نشان وغیرہ نہیں ہوتے۔ بلکہ لوگ حسن ظنی سے کام لے کر انھیں مجدد کہہ دیتے ہیں۔ گویا مجدد کا مبعوث کرنا خدا تعالیٰ کا کام نہیں۔ بلکہ لوگوں کا ہے۔ وہ جس کو چاہیں مجدد بنا دیں۔ اور جس کو پسند کریں مجددیت کا پروانہ عطا کر دیں۔ یہ صریح طور پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی مخالفت اور خدا تعالیٰ کی شان میں گستاخی نہیں تو اور کیا ہے؟ مولوی ثناء اللہ صاحب نے جہاں مجدد بنانے کا منصب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے صریح خلاف خدا تعالیٰ کی بجائے عام لوگوں کے سپرد کر دیا ہے۔ اور مجدد بنانا ان کے قبضہ اختیار میں دیدیا ہے۔ وہاں یہ بھی بتا رہا ہے۔ کہ لوگ مجدد بناتے کس طرح ہیں۔ [illegible] فرماتے ہیں۔

"ہر ایک فرقہ اپنے نزدیک جو دین جانتا ہے۔ اُسی کو ترقی دینے والے عالم کو مجدد کہہ دیتا ہے۔"

آہ! یہ ہے ان مجددین کے بنائے جانے کا طریق جن کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ [illegible] خدا تعالیٰ اپنی مخلوق کی ہدایت کے لئے ہر صدی کے شروع میں اسلام کو تازہ کرنے کے لئے مبعوث کریگا۔ کاش یہ لکھتے وقت مولوی ثناء اللہ صاحب اتنا تو سوچتے۔ کہ اگر ہر ایک فرقہ کے نزدیک جو دین ہے اسی کی اشاعت کرنے والا مجدد ہوتا ہے۔ تو پھر اسلام میں مجددین کے مبعوث ہونے کی تخصیص کیا رہی۔ ہندوؤں کے پنڈت یہودیوں کے قسیس عیسائیوں کے پادری اور آریوں کے ودوان (عالم) کو بھی کیوں مجدد نہ کہا جائے۔ کیا وہ اپنے نزدیک جو دین سمجھتے ہیں اس کی ترقی کے لئے کوشاں نہیں ہوتے۔ اگر ہوتے ہیں اور یقیناً ہوتے ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ انھیں مجدد نہ کہا جائے۔ وہ خدا کی طرف سے مبعوث نہ ہوں۔ اور ان کے دین بھی بمقابلہ اسلام کے سچے نہ ٹھہریں۔ اور مولوی صاحب اس بات کو

تسلیم نہ کریں۔ کہ خدا کا سب دینوں کے ساتھ یکساں تعلق ہے۔ اور اسلام کو کسی دین پر کوئی فوقیت نہیں کیونکہ انہوں نے مجددوں کے بنانے کا جو طریق بیان کیا ہے۔ وہ ہر ایک مذہب میں پایا جاتا ہے اور تمام فرقوں میں ایسے لوگ موجود ہوتے ہیں۔ جو اپنے اپنے مذہب کو ترقی دینے میں کوشاں ہوتے ہیں۔ پس اگر مجدد کی یہی تعریف ہے۔ کہ اپنے نزدیک جو دین جانتا ہے۔ اسی کو ترقی دے۔ تو یہ تعریف ہر مذہب و ملت کے ان لوگوں پر چسپاں ہو سکتی ہے۔ جو اپنے اپنے دین کو ترقی دیتے ہیں اس لئے مولوی ثناء اللہ صاحب کو انہیں بھی مجدد ماننا اور رسول کریم کی حدیث کا مصداق تسلیم کرنا چاہئے۔ البتہ یہ تسلیم کرتے ہوئے حدیث سے "لهذه الامة" کے الفاظ نکال دینے چاہئیں۔ جو ہر صدی کے سر پر خدا تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہونے والے مجدد کو صرف اسلام ہی سے مخصوص قرار دیتے ہیں۔ اور حدیث میں اس قدر تحریف سے کام لینا مولوی ثناء اللہ صاحب کے لئے کوئی مشکل کام نہیں۔ پھر ایسی صورت میں جب کہ وہ اسی حدیث کے معانی میں ایسی تحریف کرنے کے مرتکب ہو چکے ہیں۔ کہ مجددوں کے مبعوث کرنے کا منصب خدا تعالیٰ کی بجائے۔ لوگوں کے سپرد کر چکے ہیں۔ ورنہ یہ الفاظ ایک ایسی روک ہیں۔ کہ جن کی موجودگی میں ان کا یہ کہنا بالکل غلط اور لغو ہے کہ ہر ایک فرقہ اپنے نزدیک جو دین جانتا ہے۔ اسی کو ترقی دینے والے عالم کو مجدد کہہ دیتا ہے" کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے الفاظ تو صرف اسلام میں ہی مجددین کے مبعوث ہونے کا پتہ دے رہے ہیں۔ لیکن مولوی ثناء اللہ صاحب کے الفاظ ہر ایک مذہب کے عالموں کو مجدد بنا رہے ہیں۔ اب مولوی ثناء اللہ صاحب کو یا تو حدیث میں تحریف کر کے اپنے الفاظ کے مطابق بنانا چاہئے۔ یا اپنے الفاظ کی لغویت کو تسلیم کرنا چاہئے جو حدیث کے صریح خلاف پڑے ہوئے ہیں۔

تعجب ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کہلانے کو تو اہل حدیث کہلاتے ہیں۔ لیکن جب عملی طور پر اہلحدیث بننے کا وقت آتا ہے تو ایک صحیح حدیث کا ایسا مطلب بیان کرتے ہیں۔ جو بالکل حدیث کے خلاف ہے۔

یہ زد تو حدیث پر اس صورت میں پڑتی ہے۔ جبکہ مولوی ثناء اللہ صاحب کے مذکورہ بالا الفاظ کے وسیع معنی لئے جائیں۔ جو صاف طور پر لئے جا سکتے ہیں۔ لیکن اگر ان کو اسلام میں پیدا ہونے والے فرقوں تک ہی محدود رکھا جائے۔ تو بھی بڑی سخت قباحت لازم آتی ہے۔ جیسا کہ ہم ذیل میں ثابت کریں گے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنے ان الفاظ کی کہ "ہر ایک فرقہ اپنے نزدیک جو دین جانتا ہے اسی کو ترقی دینے والے عالم کو مجدد کہہ دیتا ہے" ایک مثال سے تشریح کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ

"مثلاً شیعہ کے نزدیک ایام محرم میں ماتم داری کرنا ایک دینی کام ہے۔ تو ان کا جو عالم اس کی زیادہ اشاعت اور اہتمام کرے گا۔ جس کی کوشش سے مرثیہ خوانی اور ماتم داری کو زیادہ فروغ ہو وہ اسی کو مجدد سمجھیں گے برخلاف اس کے اہل سنت ایام محرم کی ساری رسموں کو بدعت جانتے ہیں۔ جو عالم ان رسوم کے مٹانے پر کمربستہ ہوگا۔ وہ اسی کو مجدد کہیں گے"

یہ مثال اپنی آپ وضاحت کر رہی ہے۔ اور اس سے ظاہر ہو رہا ہے۔ کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کے نزدیک ہر ایک فرقہ کا عالم خواہ اس کے خیالات کیسے ہی غلط اور نادرست ہوں۔ وہ انہیں کی اشاعت کرنے کی وجہ سے مجدد کہلا سکتا ہے۔ جیسا کہ انہوں نے شیعوں میں سے ایسے شخص کو جس کی کوشش سے "مرثیہ خوانی اور ماتم داری کو زیادہ فروغ ہو" مجدد قرار دیا ہے۔ پھر بالمقابل اس کے ان کے نزدیک وہ شخص بھی مجدد ہوگا مرثیہ خوانی اور ماتم داری کو بدعت سمجھے۔ اور "ان رسوم کو مٹانے پر کمربستہ" ہو گویا کہ ایک فرقہ میں جن باتوں کو فروغ دینے سے مجددیت کا درجہ مل سکتا ہے۔ دوسرے فرقہ میں انہیں کو مٹانے اور ان کے خلاف کوشش کرنے کی وجہ سے انسان مجدد بن سکتا ہے اب اگر ایسے ہی لوگ مجدد ہوتے ہیں جن میں اس قدر اختلاف ہوتا ہے۔ کہ ایک جو بات کہتا ہے۔ دوسرا اس کو بالکل الٹ بتاتا ہے۔ اور ایک جس امر کے   فروغ دینے کی کوشش کرتا ہے۔ دوسرا اس کے مٹانے کے درپے ہوتا ہے۔ تو ذرا اتنا بتا دیا جائے۔ کہ کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی اصلاح اور دین اسلام کو تازہ کرنے کے لئے ایسے ہی لوگوں کے ہر صدی کے شروع میں مبعوث ہونے کی خبر دی تھی۔ کہ جن میں سے ایک اگر رسول کریم کی امت کو مشرق کی طرف کھینچتا ہے۔ تو دوسرا اس کے خلاف مغرب کی طرف۔ اور ایک جن امور پر کاربند ہونے کی تلقین کرتا ہے۔ دوسرا انہیں امور کو خلاف سنت اور بدعت قرار دے کر ان سے باز رہنے کی تاکید کرتا ہے۔ کوئی سمجھ دار ایسے متضاد اور متباین خیالات کو فروغ دینے والے انسانوں کو کبھی مجدد نہیں کہہ سکتا۔ لیکن تعجب ہے۔ کہ مولوی ثناء اللہ صاحب ایک طرف تو حدیث کے یہ معنی بیان کرتے ہیں۔ کہ

"اللہ تعالیٰ اس امت کی اصلاح کے لئے ہر صدی پر ایسے لوگ پیدا کرے گا۔ جو امت کو ٹھیٹھ دین سکھلائیں گے"

اور دوسری طرف ہر فرقہ اور ہر گروہ کے خیالات اور اعتقادات کی خواہ وہ کیسے ہی غلط اور اسلام کے خلاف کیوں نہ ہوں۔ اشاعت کرنے والوں کو مجدد قرار دے رہے ہیں۔ انہیں عقل و ہوش سے کام لیکر سوچنا چاہئے۔ کہ کیا خدا تعالیٰ جن لوگوں کو رسول کریم کی امت کی اصلاح کے لئے پیدا کرے۔ وہ ایسے ہو سکتے ہیں کہ ایک دوسرے کے بالکل خلاف چلیں۔ اور ایک جس امر کو "دینی کام" قرار دے کر اس کی اشاعت کرے دوسرا اس کو بدعت اور خلاف سنت کہہ کر اس کے مٹانے کے درپے ہو جائے۔ ہرگز نہیں کیونکہ اس طرح وہ امت کو ٹھیٹھ دین سکھلانے کی

بجائے بالکل بے دین بنا دیں گے۔ پس ناممکن ہے کہ خدا تعالیٰ جن لوگوں کو دین اسلام کی تجدید کے لئے پیدا کرے ان میں کوئی ایسا تفرقہ اور اختلاف ہو۔ یا وہ ایک دوسرے کے خلاف ہنگامہ آرائی کرنے کے لئے کھڑے ہو جائیں۔ اس سے تو خدا تعالیٰ پر بھی نعوذ باللہ یہ الزام آتا ہے۔ اور وہ یہ کہ خدا تعالیٰ نہیں چاہتا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے تفرقہ دور ہو اور اسے سیدھے راستہ پر چلائے۔ بلکہ وہ یہی چاہتا ہے کہ یہ گمراہی میں ہی بھٹکتی رہے۔ کیونکہ اگر ایک طرف وہ ایسا مجدد بھیجتا ہے۔ جو مرثیہ خوانی اور تعزیہ داری کو بدعت سمجھتا ہے۔ تو دوسری طرف ایسا مجدد بھیج دیتا ہے جو انہیں رسوم کو فروغ دینا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ اس صورت میں اس بات کا پتہ لگانا کہ فلاں فرقہ اصل دین پر چل رہا ہے اور فلاں غلط پر بالکل ناممکن ہے۔ یہ تو کہا نہیں جا سکتا۔ کہ اسلام میں جتنے فرقے پیدا ہو گئے ہیں۔ یا آئندہ ہونگے وہ سب صداقت پر ہیں کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد موجود ہے۔ کہ

تفترق امتی علی ثلث وسبعین ملۃ کلھم فی النار الا ملۃ واحدۃ۔ کہ میری امت کے ۷۳ فرقے ہو جائیں گے۔ جو تمام کے تمام دوزخی ہونگے۔ سوائے ایک کے۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ سوائے ایک فرقہ کے باقی کے تمام کے تمام فرقے گمراہی اور بے دینی پر ہونگے۔ پس جب یہ صورت ہے تو پھر ہر ایک فرقہ کی ترقی کے لئے اس میں مجدد بھیجنے کا مطلب یہ ہوا کہ گویا خدا گمراہی پر ہی قائم رکھنا چاہتا ہے۔ اور اصل دین کی طرف آنے کا موقعہ ہی نہیں دیتا۔ لیکن یہ بات جس قدر لغو اور بیہودہ ہے۔ اس کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ پس یہ خیال بالکل غلط اور فضول ہے۔ کہ ہر ایک فرقہ اپنے نزدیک جو دین جانتا ہے۔ اسی کو ترقی دینے والا عالم مجدد ہوتا ہے۔ پھر یہ بات حدیث کے بھی بالکل خلاف ہے۔ اس وقت مسلمانوں کے جس قدر فرقے ہیں۔ اور ان کا جس قدر اختلاف اور انشقاق ہے۔ وہ کوئی پوشیدہ بات نہیں۔ ایک کے نزدیک دوسرے فرقوں والے کافر بے دین اور اسلام سے خارج ہیں۔ اور ہر ایک سوائے اپنے کسی کو صراط مستقیم پر نہیں سمجھتا۔ ایسی صورت میں اگر ہر ایک فرقہ کے خیالات کی اشاعت کرنے والا۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہونے والا مجدد ہوتا ہے۔ تو نعوذ باللہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بالکل غلط ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اس کا تو یہ مطلب ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے شروع میں دین اسلام کو تازہ کرنے کے لئے مجدد مبعوث کریگا۔ لیکن جب ہر فرقہ میں اسی کے خیالات کی اشاعت کرنے والا مجدد ہو گا تو اس طرح دین اسلام تازہ نہیں ہو گا۔ بلکہ بالکل مردہ ہو جائیگا۔ پھر ہر ایک فرقہ کا الگ الگ مجدد ماننے سے تو اسلام کا کچھ بھی باقی نہیں رہتا کیونکہ دیگر مذاہب کے لوگ جب دیکھیں گے کہ مسلمانوں کا ہر ایک فرقہ جو دوسرے تمام فرقوں کو خارج از اسلام قرار دیتا ہے اس بات کا مدعی ہے کہ ہمارے عالم خدا کے مبعوث کئے ہوئے مجدد ہیں۔ تو وہ کہیں گے۔ کہ اسلام کا خدا بھی عجیب خدا ہے۔ کہ ایک طرف تو ایسے لوگوں کو مجدد بنا کر بھیج دیتا ہے۔ جو "ایام محرم میں ماتم داری کرنا ایک دینی کام" سمجھتے ہیں۔ اور اسے فروغ دینے کے لئے کوشاں ہوتے ہیں۔ اور دوسری طرف ایسے لوگوں کو مبعوث کر دیتا ہے۔ جو ان کے بالکل خلاف۔ مرثیہ خوانی اور ماتم داری کی رسوم کو مٹانے اور بیخ و بن سے اکھیڑنے کے لئے کمربستہ ہوتے ہیں۔ یہ تو بعینہ ایسی مثال ہوئی کہ ایک طرف تو عمارت تعمیر کرنے کے لئے معمار مزدور لگا دیئے جائیں۔ اور دوسری طرف اسے مسمار کرنے کے لئے۔ کچھ اور لوگ مقرر کر دیئے جائیں۔ لیکن کوئی سمجھدار اور باہوش انسان ایسا نہیں کر سکتا۔ پس وہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ جو مذہب خدا کو اتنی سمجھ اور عقل کا مالک بھی قرار نہیں دیتا جتنی عام طور پر انسانوں میں پائی جاتی ہے۔ وہ ہرگز سچا نہیں ہو سکتا۔

یہ اتنا بڑا اعتراض ہے کہ ہر فرقہ میں مجدد ہونے کا اقرار کرنے والا انسان کبھی اسے اٹھا نہیں سکتا۔ دراصل اپنی نادانی اور جہالت سے اس اعتراض کا اسلام کو نشانہ بنایا گیا ہے۔ ورنہ یہ بات عقل اور نقل دونوں کے لحاظ سے غلط ہے۔ کہ ہر فرقہ کا عالم مجدد ہوتا ہے۔ مجدد در حقیقت ایک ہی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ حدیث رسول کریم سے ظاہر ہے۔ اور اسے خدا تعالیٰ مبعوث کرتا ہے۔ تا کہ لوگوں نے جن غلط اور لغو باتوں کو دین قرار دے دیا ہو۔ ان کی لغویت ظاہر کر کے ترک کرائے۔ اور اصل دین پر قائم کرے۔ نہ کہ لوگ جس کو چاہتے ہیں۔ مجدد بنا لیتے ہیں اور جسے اپنے غلط عقائد اور بیہودہ خیالات کی اشاعت کرنے والا سمجھتے ہیں اسے مجددیت کا پروانہ عطا کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کہتے ہیں کہ "ہر فرقہ اور ہر قوم میں مجدد بھی اپنے مذاق کا تابع ہوگا" کیونکہ اس طرح دین میں بڑا فساد پیدا ہوتا ہے۔ اور اس قسم کے مجدد بجائے دین کو تازہ کرنے کے الٹے اس کی تخریب کا موجب بنتے ہیں۔ ہاں ایسا ہوا ہے کہ ایسے زمانہ میں جبکہ ایک جگہ کے مجدد کے پاس دور دراز کے ممالک میں رہنے والے مسلمانوں کی اصلاح کرنیکے سامان نہ تھے کئی ایک لوگ اس کام کیلئے کھڑے کئے گئے۔ لیکن یہ نہیں کہ ان کے اعتقادات ایک دوسرے کے بالکل خلاف تھے۔ بلکہ ان کا ایک امام اور پیشوا ہوتا تھا۔ اور اس طرح وہ ایک ہی مجدد کے حکم میں ہوتے تھے۔ نہ کہ ایک کچھ کہتا تھا اور دوسرا کچھ جیسا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے شیعہ اور سنی مجددوں کی مثال دیکر بتایا ہے۔

کاش حضرت مرزا صاحب کی مخالفت میں یہ لوگ اندھے ہو کر اس قسم کے خیالات کا اظہار نہ کرتے جن کی وجہ سے اگر ایک طرف اسلام دنیا کی نظروں میں مضحکہ خیز ٹھہرتا ہے تو دوسری طرف خدا تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والاصفات پر بھی بہت بڑا دھبہ لگتا ہے۔

خطبہ جمعہ

معرفت الٰہی

از مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب۔
مورخہ ۳ جنوری ۱۹۱۹ء

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

میں نے ایک پچھلے خطبہ میں معرفت الٰہی پر خطبہ پڑھا تھا۔ اور اس وقت کچھ زیادہ بیان نہیں کرونگا۔ کیونکہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح کی طبیعت علیل ہے۔ اور آپ زیادہ عرصہ تک نہیں بیٹھ سکتے اب میں تتمہ کے طور پر معرفت الٰہی کے متعلق ہی کچھ بیان کرونگا۔ یہ سورۃ اصل میں معرفت الٰہی کا پہلا سبق دیتی ہے۔ پہلا طریق معرفت کا یہ بتایا کہ جب کسی شخص سے شناسائی پیدا ہوتی ہے۔ تو نام سے ہوتی ہے جب انسان نام سنتا ہے۔ تو ملاقات کا ولولہ دل میں پیدا ہوتا ہے یہاں بھی پہلے اسمی معرفت کو رکھا۔ اور فرمایا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اس آیت کو بسم اللہ کہہ کر شروع کیا۔ باللہ الرحمٰن یا بالرحیم کہہ کر شروع نہیں کیا جس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ پہلے اسمی معرفت ہوئے پھر وصفی معرفت ہوتی۔ کیونکہ جب اسمی معرفت ہوتی ہے۔ تو اس کے بعد صفات دیکھنے کو دل چاہا کرتا ہے۔ اس لئے بسم اللہ سے شروع کرکے خدا تعالیٰ کا اسم ذات اللہ بتایا۔ اور آگے فرمایا الحمد للہ رب العٰلمین سب تعریفیں جو ذہن میں آسکتی ہیں۔ وہ اللہ کے لئے ہی ہیں۔ جو رب العالمین ہے۔ اور اس کے آگے صفات کی توضیح کردی۔ کہ وہ رحمٰن ہے رحیم ہے۔ مالک یوم الدین ہے۔ اس سے جہاں یہ بتایا کہ تم بھی اپنے اندر یہ صفات پیدا کرو۔ اس کے بنو کیونکہ آقا کو وہی غلام پیارا ہوتا ہے۔ جو آقا کے رنگ میں رنگین ہو۔ اگر آقا کریم رحیم ہو تو اس کو ایسا ہی غلام پسند ہوگا۔ اور اگر آقا چور اور ڈاکو ہو تو اس کو چور اور ڈاکو غلام پسند ہوگا۔ چونکہ خدا تعالیٰ رب العالمین ہے۔ اس لئے اس کے بندے کو بھی اپنے اندر ربوبیت کی شان کو پیدا کرنا چاہئے۔ اور پھر خدا رحمٰن و رحیم ہے۔ جس کے معنی ہیں بغیر کسی محنت کے دینے والا اور محنت کا اچھا بدلہ دینے والا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی ان صفات کو اپنے اندر پیدا کرنا چاہئے۔ وہاں یہ بھی بتایا ہے۔ کہ پہلے تو غیب کے رنگ میں گفتگو تھی۔ مگر جب صفات معلوم کرلی گئیں۔ تو پھر شہود کا درجہ آتا ہے۔ پہلے اللہ تعالیٰ غائب تھا۔ مگر اب انسان ایسے رنگ میں مخاطب کرتا ہے۔ کہ گویا خدا تعالیٰ سامنے موجود ہے۔ اب جب صفاتی معرفت پیدا ہوچکی۔ اور اس کی قدرت وجلال کا علم ہوگیا۔ تو اس کے سامنے تمام مخلوقات ہیچ ہوگئی۔ اس لئے اس نے کہا ایاک نعبد ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ اور صرف خود ہی نہیں۔ بلکہ اور تمام چیزوں کو بھی اپنے ساتھ شامل کرتے ہیں۔ مثنوی میں ایک قصہ ہے۔ کہ ایک زمیندار کی بچھیا گم ہوگئی۔ وہ رات کے وقت اس کو تلاش کرنے نکلا۔ لیکن بجائے بچھیا کے شیر کو پکڑ کر باندھ دیا۔ صبح کو جب دیکھا۔ تو بہت ڈرا۔ لیکن چونکہ عدم معرفت کی حالت میں رات کے وقت پکڑ لیا تھا پکڑتے وقت اسے ڈر نہ آیا۔ اگر اس وقت اسے پتہ لگ جاتا۔ تو اس کا کلیجہ پھٹ جاتا۔ اسی طرح ایک صوفی کا قصہ کتاب میں لکھا ہے کہ وہ ایک قاضی کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ ایک عورت آئی اور اس نے کہا کہ آپ میرے خاوند کو منع کردیں۔ کہ وہ دوسری شادی نہ کرے قاضی نے کہا کہ میں اس کو کیسے منع کرسکتا ہوں جبکہ شریعت نے چار تک کی اجازت دی ہے۔ عورت نے اصرار کیا۔ اور نقاب الٹ کر کہا۔ کیا میری جیسی عورت پر دوسری شادی ہوسکتی ہے۔ قاضی نے کہا کہ نہیں تیرے جیسی حسین و جمیل عورت پر دوسری شادی نہیں کی جاسکتی۔ یہ سن کر صوفی صاحب کو غش آگیا۔ لوگ ان کو سنبھالنے میں مصروف ہوگئے۔ صوفی صاحب جب ہوش میں آگئے تو انھوں نے کہا کہ خدا کی طرف سے آواز آئی۔ کہ جب ایک عورت کو اس قدر اپنے ذاتی حسن پر دعویٰ ہوسکتا ہے۔ کہ اس کے خاوند کو اس کی موجودگی میں دوسری شادی نہیں کرنی چاہئے۔ تو میں جو اس قدر حسین ہوں کیا میرے بندوں کو میرے سوا کسی دوسرے سے محبت کرنا چاہئے۔

غرض جب انسان کو معرفت ہوجاتی ہے۔ تو اس کے دماغ سے تمام کبر و غرور کے خیالات دور ہوجاتے ہیں۔ اور وہ کہہ اٹھتا ہے ایاک نعبد ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور پھر اس کو خیال آتا ہے کہ میں کیا اور میری ہستی کیا۔ اس لئے وہ کہتا ہے و ایاک نستعین تیری عبادت بھی تیری ہی مدد سے ہوسکتی ہے۔ وہ اپنے آپ کو حقیر خیال کرتا ہے۔ اور تمام جہان کو بھی خدا کے حضور ایسا ہی خیال کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ہم سب عاجز اور تیرے غلام ہیں۔

پس یہ معرفت کا پہلا سبق ہے۔ اب غور کرنا چاہئے۔ کہ ہم میں سے کتنے اس علم کو حاصل کرچکے ہیں۔ اور کتنوں نے خدا کا مشاہدہ کیا ہے۔ کس قدر خدا کی مخلوق پر رحم کرتے ہیں اور کتنوں نے ان صفات کو اپنے اندر پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے۔ کہ ہم ان صفات کو اپنے اندر پیدا کرلیں۔ تا خدا تعالیٰ کے پیارے۔ اور اس کے انعامات کے وارث بن جائیں۔

معیار نبوت پر ایک اعتراض اور اس کا جواب

کئی بار غیر مبایعین کی طرف سے ایک اعتراض سننے میں آیا ہے۔ جس کو وہ اپنے خیال میں نہایت ہی زبردست سمجھتے ہیں۔ چنانچہ غیر مبایعین کہا کرتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱ میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ

"واضح ہو کہ احادیث نبویہ میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ایک شخص پیدا ہوگا۔ جو عیسیٰ اور ابن مریم کہلائیگا۔ اور نبی کے نام سے موسوم کیا جائیگا۔ یعنی اس کثرت سے مکالمہ و مخاطبہ کا شرف اس کو حاصل ہوگا۔ اور اس کثرت سے امور غیبیہ اس پر ظاہر ہوں گے۔ کہ بجز نبی کے کسی پر ظاہر نہیں ہو سکتے" حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱

اس عبارت سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ نبی ہونے کے لئے حضرت مسیح موعود کے نزدیک کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ کا ہونا لازمی اور ضروری ہے ورنہ کوئی شخص نبی نہیں ہو سکتا۔ اس بات کی تائید اگلی عبارت سے بھی ہوتی ہے۔ جہاں لکھا ہے کہ

"جس قدر خدا تعالیٰ نے مجھ سے مکالمہ و مخاطبہ کیا ہے۔ اور جس قدر امور غیبیہ مجھ پر ظاہر فرمائے ہیں تیرہ سو برس ہجری میں کسی شخص کو آج تک بجز میرے یہ نعمت عطا نہیں کی گئی × × × × پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں" حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱

گویا حضرت مسیح موعود اس امت کے دوسرے افراد کو نبی نہ قرار دینے کی وجہ محض اپنی جتنی کثرت سے وحی اور کثرت امور غیبیہ کا ان میں موجود نہ ہونا قرار دیتے ہیں۔ حضرت صاحب یہ نہیں فرماتے۔ کہ دوسری افراد امت کو مجھ سے کم یا ہزارواں حصہ بھی کثرت نہیں ملی۔ اس لئے وہ نبی نہیں۔ بلکہ فرماتے ہیں کہ مجھ جتنی ان میں کثرت نہیں۔ اس لئے وہ نبی نہیں گویا اس تمام عبارت میں حضرت اقدس صاف طور سے یہ فرماتے ہیں۔ کہ جب تک کسی کو حضرت اقدس جتنی کثرت نصیب نہ ہو وہ نبی نہیں کہلا سکتا۔ یا دوسرے لفظوں میں اپنی کثرت کو معیار نبوت ٹھہراتے ہیں اب اس کے برخلاف حضرت اقدس تحریر فرماتے ہیں۔

"خدا تعالیٰ نے اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں اس قدر نشان دکھلائے ہیں۔ کہ اگر وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جاویں۔ تو ان کی بھی اس سے نبوت ثابت ہو سکتی ہے" چشمہ معرفت صفحہ ۳۱۷

علاوہ اس کے اسی طرز کے ایک دو اور حوالے ہیں۔ جن سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ بنی اسرائیل کے انبیاء کو آپ جیسی کثرت وحی سے کچھ نسبت ہی نہیں۔ اور کسی اسرائیلی نبی کی سوانح میں آپ جیسی کثرت وحی کی نظیر نہیں مل سکتی۔ (دیکھو حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰ حاشیہ اور تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۳۶) پس اس حوالے سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ کسی شخص کو اگر حضرت مسیح موعود والی کثرت کا ہزارواں حصہ بھی حاصل ہو جائے تو وہ نبی ثابت ہو سکتا ہے۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود کی ان دونوں عبارتوں میں سخت تناقض ہے۔ اور اگر ان دونوں کو مانا جاوے۔ تو سخت فساد لازم آتا ہے کیونکہ اگر پہلی تحریر کو مانا جاوے۔ تو تمام اسرائیلی انبیاء کی نبوت باطل ہوتی ہے۔ اور اگر دوسری کو مانا جاوے تو حضرت مسیح موعود کے علاوہ اس امت میں ہزاروں افراد کا نبی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ جو کہ بالبداہت باطل ہے۔ یہ ہے وہ سوال جو غیر مبایعین کی طرف سے بڑے زور شور سے کیا جاتا ہے۔ اور جس کو میں نے بہت واضح طور سے کھول کر لکھ دیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے۔ کہ یہ تمام بدقسمتی اس دھوکہ سے پیدا ہوتی ہے۔ کہ اس امت میں نبوت کے ملنے کی حقیقت۔ اور ختم نبوت کی عظمت پر غور نہیں کی گئی۔ اور وہ بات جو اس تمام راز کی جڑ ہے اس کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ چونکہ آنحضرت صلعم کی ختم نبوت یعنی ختم کمالات نبوت (دیکھو مواہب الرحمٰن صفحہ ۶۷) بود از لفظ ختم نبوت مراد ما ختم کمالات نبوت است (رسول صلی اللہ علیہ وسلم) اور دیکھو ضمیمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱ حاشیہ الاستفتاء

ترجمہ کامل فرد پر نبوت کے ختم ہونے سے یہ مراد ہے کہ نبوت کے تمام کمالات ختم ہو گئی") کے ہونے کے باعث معیار نبوت بہت اونچا ہو گیا ہے۔ اور اس عہدہ کی اہمیت بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ اس لئے آنحضرت صلعم کے بعد وہی نبی کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے۔ جو اس قدر کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ کو حاصل کرے جو امر ختم نبوت کے مناسب حال اور شایان شان ہے۔ کیونکہ اس امت کے نبی کو آنحضرت صلعم ہی کی نبوت ظلی طور پر حاصل کرنی پڑتی ہے نہ کہ کوئی جدید نبوت۔ اور امر ختم نبوت اسی بات کا مقتضی ہے کہ اس امت کا نبی آنحضرت صلعم کا بروز کامل ہو اور آپ کے تمام کمالات کو اپنے اندر رکھتا ہو (دیکھو ایک غلطی کا ازالہ) یعنی اس امت میں کسی کو نبی کہنے سے یہ مراد ہے۔ کہ وہ آنحضرت صلعم میں ایسا فنا ہوا ہو۔ کہ بالکل آپ کا عکس بن گیا ہو۔ اور اپنے آئینہ ظلیت میں جمیع کمالات

محمدیہ سے نبوت محمدیہ کو کامل طور سے حاصل کر لے۔ اس لئے ضروری ہوا کہ اب معیار نبوت نہایت اونچا ہو اور اس عہدہ کی اہمیت بھی بہت زبردست اور بڑھ چڑھ کر ہو۔ اور اگر اس امت میں نبی بننے کے لئے معیار نبوت اسی پیمانہ پر ہوتا۔ جیسا کہ آنحضرت صلعم سے پہلے تھا۔ تو اس سے آنحضرت صلعم کی سخت ہتک لازم آتی تھی۔ اور آپکی علوشان کی کسر تھی اور یہ امر ثابت ہوتا تھا کہ آپ جامع جمیع کمالات نبوت نہ تھے۔ کیونکہ یہ بات ایک قاعدہ کے طور پر واقع ہوئی ہے۔ کہ ہر ایک چیز کی قدر و قیمت اس وقت کے موزوں حال معیار پر ہی کی جا سکتی ہے۔ اور ممکن ہے۔ کہ ایک چیز کسی وقت میں بہت قدر رکھتی ہو۔ مگر دوسرے وقت میں معیار کے بڑھ جانے سے بالکل ہیچ پائی جاوے۔ جیسے کہ ہم بطور مثال کے دیکھتے ہیں۔ کہ سکھوں کے زمانہ میں معیار دولت مندی بمقابلہ اس زمانہ کے ایسا کم تھا کہ اس زمانہ میں سو یا دو سو روپیہ کی حیثیت کا شخص ایک رئیس دولتمند خیال کیا جاتا تھا۔ لیکن اب وہ زمانہ ہے۔ کہ سو یا دو سو روپیہ والا کسی شمار میں ہی نہیں۔ پس کہہ سکتے ہیں کہ سکھ زمانہ کے معیار کے مطابق آجکل کے اوسط درجہ کے امیر لوگ بادشاہ ہونے چاہئیں۔ اور اس زمانہ کا ایک امیر اگر اپنی دولت کو سکھ زمانہ کے امرا پر تقسیم کرے تو ممکن ہے۔ کہ ایک ہزار چھوڑ دو ہزار امیروں کی امارت اس سے ثابت ہو سکے۔ پس بعینہ یہی مثال آنحضرت صلعم سے پہلے معیار نبوت اور بعد کے معیار نبوت پر چسپاں ہو سکتی ہے۔ سابقہ زمانہ کا معیار نبوت اس قدر چھوٹا تھا۔ کہ اگر کوئی شخص اس امت کے ادنیٰ سے ادنیٰ ولی جتنی کثرت بھی حاصل کرتا تھا۔ تو وہ نبی کہلانے کا مستحق ہو جاتا تھا۔ اسی کے مطابق وہ حدیث ہے جس میں حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا۔ کہ میری امت کے علماء اسرائیلی نبیوں سے مشابہت رکھتے ہیں۔ یعنی اگر تم نے اس معیار کو معلوم کرنا ہے۔ جو نبوت کے لئے مجھ سے پہلے تھا۔ تو میری امت کے علماء میں دو بات احسن طور سے متحقق ہے۔ تم ان کو دیکھ کر بنی اسرائیل کے انبیاء کے کمالات کا اندازہ لگا لو۔ لیکن اگر کسی کو یہ معلوم کرنے کی خواہش ہو کہ آنحضرت صلعم کے بعد معیار نبوت کس قدر بڑھ گیا ہے اور اس کا صحیح نمونہ کون ہے۔ تو اس بات کو بھی آنحضرت صلعم کی ہی زبان مبارک نے بتا دیا ہے اور وہ یہ کہ آنحضرت صلعم نے مسیح موعود کو نبی قرار دیکر بتا دیا کہ اس امت میں اگر کوئی نبی ہو سکتا ہے تو اس کا صحیح اور سچا نمونہ مسیح موعود نبی اللہ ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود نے نبی کریم صلعم کے الفاظ نے۔ جو مسیح موعود کے حق میں نبی اللہ ہونے کے پائے جاتے ہیں۔ یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم کے بعد آپ کے نزدیک اب نبوت کا معیار مسیح موعود کی نبوت ہے۔ اور اسی بنا پر تمام افراد امت کو نبی کہلانے کا مستحق قرار نہیں دیا۔ کیونکہ ان میں وہ معیار نبوت جس کا ٹھیک نمونہ آنحضرت صلعم نے مسیح موعود کی نبوت کو ٹھہرایا ہے متحقق نہیں۔ پس آنحضرت صلعم کے یہ الفاظ کہ میری امت کے علماء اسرائیلی نبیوں کے مشابہ ہیں لیکن وہ نبی نہیں۔ صاف اس امر پر دلالت کرتے ہیں۔ کہ اس امت میں نبی بننے کے لئے اب معیار نبوت وہ نہیں رہا۔ جو اسرائیلی زمانہ میں تھا۔ اور آنحضرت صلعم کا مسیح موعود کے لئے نبی اللہ کا لفظ ظاہر طور سے استعمال کرنا صاف اس بات کو عیاں کر دیتا ہے۔ کہ اس امت میں نبی کے لئے معیار نبوت مسیح موعود کی کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ ہے۔ پس ایک طرف علماء کو اسرائیلی نبیوں کے مشابہ قرار دینے کے باوجود ان کو نبی نہ قرار دینا۔ اور دوسری طرف مسیح موعود کو نبی اللہ کے اسم سے موسوم کرنا روز روشن کی طرح اس بات کو ثابت کر رہا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کی ختم نبوت کی وجہ سے اب معیار نبوت نہایت ہی وسیع پیمانہ پر بڑھ گیا ہے۔ اور اس عہدہ کی اہمیت نہایت ہی اونچی ہو گئی ہے۔ اور جس طرح موجودہ زمانہ کے لوگ جو سو یا دو سو روپیہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ موجودہ معیار دولتمندی کے مطابق کسی شمار میں نہیں۔ مگر سکھ زمانہ کے معیار دولتمندی کے رو سے ان کو ایک رئیس دولتمند قرار دیا جا سکتا ہے بعینہ یہ بات اس امت کے علماء پر صادق آتی ہے۔ کیونکہ گو وہ اس امت کے نبی کے مطابق حال معیار نبوت پر نبی کہلانے کے مستحق نہیں۔ لیکن۔ اگر یہی علماء امت زمانہ اسرائیلی میں ہوتے۔ تو اس وقت کے معیار نبوت کے مطابق وہ ضرور نبی ہوتے۔ اور جس طرح اس زمانہ میں ایک شخص جو موجودہ معیار دولت مندی کے رو سے امیر اور رئیس ثابت ہو زمانہ کے مناسب حال یہ لفظ استعمال کریگا۔ کہ مجھکو اس قدر دولت نصیب ہے۔ کہ بجز کسی رئیس کے کسی کو حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور دوسری طرف یہ بھی کہتے ہیں وہ حق بجانب ہوگا۔ کہ میرے پاس اس قدر دولت ہے کہ سکھ زمانہ کے اگر ہزار دو ہزار رئیسوں پر تقسیم کی جاوے تو اس سے بھی ان کا دولتمند امیر رئیس ہونا ثابت ہو سکتا ہے اسی طرح اور بعینہ اسی طرح اگر کوئی شخص آنحضرت صلعم کے اپنے شایان شان بتلائے ہوئے معیار نبوت پر نبی ثابت ہو۔ تو وہ ایک طرف یہ کہنے میں بھی بالکل حق بجانب ہے۔ کہ مجھے وہ حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ کا نصیب ہوا ہے۔ کہ بجز نبی کے کسی پر ظاہر نہیں ہو سکتا اور دوسری طرف وہ باوجود ان الفاظ کے اس بات کے کہنے میں بھی بالکل سچا اور صادق ہے۔ کہ اگر میرے نشانات ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جاویں۔ تو ان سے بھی ان کی نبوت ثابت ہو سکتی ہے۔ گویا اس کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ ختم نبوت کی وجہ سے معیار نبوت آگے کی نسبت ہزار حصہ اونچا ہو گیا ہے۔ اگر پہلے کوئی ایک حصہ کثرت کا پا کر نبی کہلانے کا مستحق ہوتا تھا۔ تو اب آنحضرت صلعم کے بعد آپ کی شان کے مطابق اس سے ہزار حصہ بڑھ کر پانے سے نبی کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے۔ پس اے وے تمام لوگو جو ہمیشہ سے حضرت مسیح موعود کی تعریف نبوت پر لفظ کثرت پر اعتراض کیا کرتے ہو اور تمہیں اس کثرت کا پتہ نہیں ملتا۔ کہ وہ کس قدر کثرت ہے جبکہ ایک شخص نبی کہلانے کا مستحق ہو جاتا ہے۔ ہمارے اس بیان کو

غور سے پڑھو کہ ہم یہ الفاظ علیٰ وجہ البصیرت لکھ رہے ہیں۔ کہ اسرائیلی نبیوں کے لئے ہرگز ہرگز وہ کثرت نہ تھی۔ جو اس امت میں نبی کے لئے ہے۔ بلکہ کثرت جس کو حاصل کر کے اسرائیلی زمانہ میں کوئی نبی نبی کہلانے کا مستحق ہوا اس حد کثرت سے ہزار گنا بڑھ کر کثرت اس امت میں نبی ہونے کے لئے چاہیئے۔ اور یہی امر ختم نبوت کا تقاضا ہے۔ اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا کیونکہ ممکن نہیں کہ اس نبی کے آنے کے بعد جس کو تمام اولین و آخرین پر فضیلت دی گئی۔ اور جس پر تمام کمالات نبوت ختم کر دیئے گئے۔ اور جس کو ہر ایک فضل کی چابی عنایت کی گئی۔ اور جو تمام جہان کے لئے ہادی اور رسول ہو کر آیا نبوت کا معیار وہی رہتا۔ جو پہلے تھا۔ بلکہ ضروری تھا کہ آپ کی عظمت اور شان کے مناسب حال کوئی معیار نبوت مقرر کیا جاتا۔ تاکہ آپ کی کسر شان نہ ہو اور آپ کی نبوت کی ہتک نہ ہو۔ پس ایسا ہی ہوا یہی وہ بات ہے۔ جس کو حضرت مسیح موعود نے اس طرح پیش کیا ہے کہ

"آنحضرت صلعم کی امت میں سے ایک شخص ...... نبی کے نام سے موسوم کیا جائیگا۔ یعنی اس کثرت سے مکالمہ و مخاطبہ کا شرف اس کو حاصل ہوگا اور اس کثرت سے امور غیبیہ اس پر ظاہر ہونگے کہ بجز نبی کے کسی پر ظاہر نہیں ہو سکتے۔"

یعنی ختم نبوت کے مناسب حال اور شایان شان معیار نبوت کے مطابق اس کی کثرت ہوگی۔ اور اگر ختم نبوت کا لحاظ نہ کیا جاوے۔ اور بعض اسرائیلی زمانہ کا معیار نبوت ہی مد نظر رکھا جاوے۔ تو وہ کثرت ایسی ہوگی جو کہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کرنے سے ان کی نبوت ثابت کر سکیگی۔ خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ ان دونوں عبارتوں میں کوئی تناقض نہیں۔ اور نہ کوئی ان کو مان کر منسوخ ماننا لازم آتا ہے۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱ والی عبارت تو امر ختم نبوت کے شایان شان معیار نبوت کے لحاظ اور اعتبار سے لکھی گئی ہے۔ اور چشمہ معرفت صفحہ ۳۲۵ والی عبارت اسرائیلی زمانہ کے مناسب حال معیار نبوت کے اعتبار سے لکھی گئی ہے۔ اور اس میں

خلاصت کلام یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کی علو شان کا یقین پیدا ہو جاتا ہے۔ اور ان کمالات کی نسبت معلوم ہو جاتی ہے۔ جو انبیاء سابقین اور آنحضرت صلعم کی امت کے نبی میں ہے۔ اور دوسری طرف اس بات کا بھی رد ہو جاتا ہے۔ جو از راہ ہتک اور کسر شان آنحضرت صلعم کے لئے پیش کی جاتی ہے یعنی یہ کہ حضرت مسیح موعود کی طرح دوسرے مجددین بھی نبی تھے۔ حالانکہ نہیں سوچتے۔ کہ ان کو نبی قرار دینے سے ان کو رسول کریم کا کامل بروز قرار دینا پڑتا ہے۔ کیونکہ اس امت میں کسی کو نبی قرار دینے کے یہ معنی ہیں۔ کہ وہ آنحضرت صلعم کا کامل بروز ہے پس جب ان کو نبی قرار دینے کے لئے کامل بروز تسلیم کرنا پڑا تو لازماً ان پر رسول کریم کے سب کمالات کا قیاس کرنا پڑے گا۔ اور ان کو رسول کریم کا مظہر اتم اور نمونہ قرار دینا پڑے گا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کہ میری امت کے علماء اسرائیلی نبیوں کے مشابہ ہیں۔ یعنی ان کو اسرائیلی نبیوں والے کمالات حاصل ہیں۔ اور اسرائیلی نبیوں کے کمالات کی نسبت حضرت اقدس فرماتے ہیں۔

"کمالات متفرقہ جو تمام انبیاء میں پائے جاتے ہیں وہ سب حضرت رسول کریم میں ان سے بڑھ کر موجود تھے۔ اور اب وہ سارے کمالات حضرت رسول کریم سے ظلی طور پر ہم کو عطا کئے گئے ...... پہلے انبیاء ظل تھے نبی کریم کی خاص خاص صفات میں۔ اور اب ہم ان تمام صفات میں نبی کریم کے ظل ہیں۔" الحکم ۲۴۔اپریل ۱۹۰۲ء صفحہ

پس جبکہ اسرائیلی انبیاء آنحضرت صلعم کی خاص خاص صفت کے ظل تھے۔ تو لامحالہ ان کے مشابہ علماء امت بھی آنحضرت صلعم کی خاص خاص صفت کے ظل ہیں پس انکو نبی قرار دینا آنحضرت صلعم کی سخت ہتک کرنا ہے

بابو عبد الحق غیر مبائع سے گفتگو

میں بتاریخ ۲۹۔دسمبر ۱۹۱۸ء مع احمدیان مقام دیجھوان وھرم کوٹ بگہ میں بابو عبد الحق صاحب پیغامی شملوی کے ساتھ۔ جو کہ اس دن وہاں تھے گفتگو کرنے کے لئے گیا۔ موضوع بحث نبوت مسیح موعود تھا۔ اور مباحثہ ایک بجے شام سے ۴ بجے شام تک رہا اور بابو عبد الحق صاحب نے خود ہی چودھری علی محمد صاحب کو پریذیڈنٹ تجویز کیا تھا۔ لیکن بعد میں بابو صاحب ایسے حواس باختہ ہوئے کہ بغیر اجازت پریذیڈنٹ اٹھ کر چلے گئے۔ اور باوجود اس کے کہ پریذیڈنٹ صاحب ان کو کہتے رہے کہ بابو صاحب آپ کا وقت ہے۔ ان کا جواب دیں۔ لیکن وہ پہلے تو رک گئے۔ اور کہنے لگے کہ میں نے فلاں گاؤں میں جانا ہے۔ اور مجھے اس وقت ضروری کام ہے۔ میں ٹھہر نہیں سکتا۔ حالانکہ میں پہلے ان سے عرض کر چکا تھا۔ کہ آپ وقت مقرر کر لیں لیکن وہ فرمانے لگے۔ کہ آپ جتنی دیر چاہیں گے میں مباحثہ کرونگا۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد ہی اپنے قول سے پھر گئے۔

وقت کی تقسیم اس طرح پر ہوئی تھی کہ پہلے آدھ گھنٹہ بابو صاحب تقریر کریں۔ اور بعد آدھ گھنٹہ میں تقریر کروں۔ پھر دس دس منٹ کی باری ہو۔ بابو صاحب نے تقریر شروع کی۔ اور سلسلہ سیر وغیرہ ان کتب کے حوالے جو ۱۹۰۱ء سے پہلے کے ہیں۔ دینے لگے۔ کہ حضرت صاحب نے اپنے آپ کو محدث لکھا ہے۔ اور محدث بھی نبوت کی ایک جزو ہے۔ اور کہنے لگے کہ حضرت صاحب ایسے نبی ہیں۔ جیسے کہ پہلے مجدد بھی جزوی نبی ہوتے رہے ہیں۔ اور پھر آپ کے اس مضمون کی۔ جو چشمہ معرفت کے آخر میں لگا ہوا ہے۔ صفحہ ۳۲۴ کی عبارت "کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ ایک عجیب خاصیت دیکھی ہے جو کسی مذہب میں وہ

خاصیت اور طاقت نہیں اور وہ یہ کہ سچا پیرو اس کا اس کا مقام ولایت تک پہنچ جاتا ہے۔ خدا اس کو نہ صرف اپنے قول سے مشرف کرتا ہے بلکہ اپنے فعل سے اس کو دکھلاتا ہے کہ میں وہی خدا ہوں جس نے زمین و آسمان پیدا کیا......

چنانچہ میں بھی اس میں صاحب مشاہدہ ہوں خدا مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے۔ اور ایک لاکھ سے بھی زیادہ میرے ہاتھ پر اس نے نشان دکھلائے ہیں اپیش کرکے کہنے لگے۔ کہ حضرت صاحب بھی زمرہ اولیاء میں داخل ہیں۔ اور پہلے مجددین کی طرح ہیں۔

اس کے بعد میں نے تقریر کی جس میں یہ ثابت کیا کہ حضرت کا واقعی یہ عقیدہ تھا کہ نبی سے مراد محدث یعنی جزوی نبی ہے۔ باوجود اس کے کہ آپ کو الہامات میں نبی اللہ کہا گیا پھر بھی آپ اس کی تاویل کرتے رہے۔ جس طرح کہ حضرت عیسیٰ کے متعلق عقیدہ رہا اور براہین احمدیہ میں اس کو زندہ لکھا۔ باوجود اس کے کہ آپ کو الہاموں میں بتایا جاچکا تھا کہ آپ ہی مسیح ابن مریم ہیں لیکن جب وحی بارش کی طرح جو نازل ہوئی تو آپ نے اس عقیدہ کو بدلا۔ اور قرآنی آیات سے بھی ثابت کیا کہ وہ مرچکے ہیں۔ اسی طرح آپ کو نبی اللہ تو کہا گیا تھا۔ لیکن آپ اس کی تاویل کرتے رہے۔ اور اپنے آپ کو محدث بتلاتے رہے۔ جو کہ جزوی نبی ہوتا ہے۔ اور حضرت صاحب کا محدث کو جزوی نبی لکھنا درست ہے۔ اس لئے کہ محدث جزوی نبی ہوتا ہے۔ اسی طرح ہر ایک مومن جس کو رویا وصادقہ دکھائی جاتی ہے۔ وہ بھی ایک جزوی نبی ہوتا ہے۔ کیونکہ رویا صادقہ بھی چالیسواں یا چھیالیسواں حصہ نبوت کا ہوتا ہے۔ تو حضرت صاحب اپنے آپ کو نبی اللہ سے مراد محدث لیتے رہے۔ جیسے کہ پہلے مسیح ناصری کو زندہ سمجھتے رہے چنانچہ خود حضرت مسیح موعود اس کے متعلق حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۹-۱۵۰ میں

فرماتے ہیں۔ کہ "اسی طرح اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا۔ کہ مجھکو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے۔ وہ نبی ہے۔ اور خدا کے مقربین میں سے ہے۔ اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا۔ تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا۔ اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔ مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی"۔ اب آگے اس بحث کو بطور سوال وجواب کے لکھتا ہوں۔

پیغامی نبی کا خطاب ہی دیا گیا ہے۔ تو خطاب ملنے سے نبی ہونا کہاں ثابت ہوگیا۔

احمدی نبی کا خطاب ملنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ آپ نبی ہیں۔ میں نے مثال کے طور پر سمجھایا کہ ایک شخص ایم۔ اے ہے اسکو ایم۔ اے کی سند ملتی ہے تو کیا سند یا ڈگری کا ملنا۔ اس بات کی دلیل نہیں ہے۔ کہ وہ ایم۔ اے ہے نہیں۔ بلکہ ایم۔ اے ہے۔ تو جواب میں کہا جائیگا کہ وہ ایم۔ اے ہے۔ کیونکہ اگر ایم۔ اے نہ ہوتا تو اس کو ایم۔ اے کی سند نہ ملتی۔

پیغامی ہم دنیا میں دیکھتے ہیں۔ کہ بعض کو خان بہادر کا لقب دیا جاتا ہے لیکن چھت پر سے چوہا گرنے سے ڈر جاتے ہیں۔

احمدی خدا کے لقب دیئے اور لوگوں کے لقب دینے میں بہت بڑا فرق ہے۔ لوگ تو لقب غیر مصداق کو بھی دیتے ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ ایسے لقب نہیں دیتا۔ بلکہ اس کے لقب حقیقۃً ملقب پر صادق آتے ہیں۔

پھر میں نے حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۰ کا حاشیہ پڑھا جس میں حضرت صاحب لکھتے ہیں "خدا تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضہ روحانیہ کا کمال ثابت کرنے کے لئے۔ یہ مرتبہ بخشا ہے۔ کہ آپ کے فیض کی برکت سے مجھے نبوت کے مقام تک پہنچایا۔ اس لئے میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔ اور میری نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ظل ہے

نہ کہ اصلی نبوت۔ اسی وجہ سے حدیث اور میرے الہام میں جیسا کہ میرا نام نبی رکھا گیا ہے ایسا ہی میرا نام امتی بھی رکھا گیا۔ تا معلوم ہو کہ ہر ایک کمال مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور آپ کے ذریعہ سے ملا ہے"۔

پیغامی دیکھو حضرت صاحب نے اس میں لکھا ہے کہ میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا۔ گویا آپ جزوی نبی ہیں۔ جو کہ محدث ہوتا ہے۔ اس لئے ہم حضرت صاحب کو نبی کے نام سے موسوم نہیں کرسکتے۔

احمدی بابو صاحب اس کا یہ مطلب نہیں۔ بلکہ یہ ہے کہ میں ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی ہوں یعنی صرف نبی جو کہ ایک جنس ہے جس کے نیچے دو قسمیں ہیں (۱) شرعی۔ (۲) غیر شرعی۔ پھر غیر شرعی کی دو قسمیں ہیں کہ (۱) براہ راست (۲) بالواسطہ۔ نہیں ہوں بلکہ امتی کہہ کر بتا دیا کہ میں ہوں تو نبی۔ لیکن میں نے رسول کریم کے واسطے سے یہ کمالات حاصل کئے ہیں اس کے بعد میں نے کہا کہ پہلے حضرت صاحب نبوت کی تعریف اور سمجھتے رہے لیکن بعد میں تعریف نبوت کی اور کی۔ اور وہ یہ ہے۔ جو آپ نے حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱ میں درج کی ہے۔ کہ "صرف یہ دعویٰ ہے کہ ایک پہلو سے میں امتی ہوں۔ اور ایک پہلو سے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض نبوت کی وجہ سے نبی ہوں اور نبی سے مراد صرف اس قدر ہے کہ خدا تعالیٰ سے بکثرت شرف مکالمہ ومخاطبہ پاتا ہوں"۔ یہ تو حضرت صاحب نے تعریف کی پھر اس کی تائید کے لئے حضرت صاحب نے تین شہادتیں لکھی ہیں۔ ایک مجدد صاحب سرہندی کی "کہ جس شخص کو بکثرت شرف مکالمہ مخاطبہ سے مشرف کیا جائے۔ اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جائیں۔ وہ نبی کہلاتا ہے۔

پیغامی ۔ یہ عبارت مکتوبات مجدد صاحب سرہندی میں لکھی ہوئی نہیں۔ اور وہاں یہ مفہوم نہیں پایا جاتا

احمدی ۔ یہ مجھ پر اعتراض نہیں پڑ سکتا۔ بلکہ حضرت صاحب پر پڑے گا۔ کہ حضرت صاحب نے عبارت کا مفہوم غلط سمجھا ہے۔ دوسری شہادت یہ پیش کی کہ دو احادیث نبویہ میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے۔ کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ایک شخص پیدا ہوگا۔ جو عیسیٰ اور ابن مریم کہلائیگا۔ اور نبی کے نام سے موسوم کیا جائیگا۔ تیسری شہادت قرآن مجید سے فلا یظھر علیٰ غیبہٖ احدا الا من ارتضیٰ من رسول پیش کی۔ پھر پیغامی صاحب نے تو کہا تھا۔ کہ پہلے مجددوں کی طرح آپ نبی ہیں۔ کوئی خصوصیت نہیں۔ لیکن حضرت صاحب فرماتے ہیں۔ کہ "جس طرح خدا تعالیٰ نے مجھ سے مکالمہ و مخاطبہ کیا ہے اور جس قدر امور غیبیہ مجھ پر ظاہر فرمائے ہیں۔ تیرہ سو برس ہجری میں کسی شخص کو آج تک بجز میرے یہ نعمت عطا نہیں کی گئی اگر کوئی منکر ہو تو بار ثبوت اس کی گردن پر ہے۔ غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں۔ اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گذر چکے ہیں۔ ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی" پس اس عبارت سے صاف ثابت ہوگیا۔ کہ پہلے مجددین نبی نہیں تھے اور صرف حضرت صاحب ہی نبی ہیں۔ پھر اس کے بعد میں نے تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۶۸ کا حوالہ پیش کیا کہ "میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اور کہ اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے۔" **پیغامی**۔ جواب ندارد۔

چشمہ معرفت کے حوالہ کے متعلق

میں نے کہا۔ اس میں تو حضرت صاحب نے یہ ثابت کیا ہے۔ کہ اسلام میں الہام کا سلسلہ جاری ہے۔ اور اولیاء پر بھی الہام ہوتا رہا ہے۔ اور مجھ پر بھی ہوتا ہے۔ پس اس میں الہام کا حضرت صاحب پر ہونے کا اثبات ہے۔ اور آگے یہ کہ کتنا ہوتا ہے اس کے متعلق حضرت صاحب نے حقیقۃ الوحی میں لکھ دیا ہے۔ کہ کثرت امور غیبیہ مجھ پر ظاہر ہوئے۔ اور اس نعمت کے ساتھ میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں پھر چشمہ معرفت ص ۳۲۵ میں فرمایا۔ "نبوت اور رسالت کا لفظ خدا تعالیٰ نے اپنی وحی میں میری نسبت صدہا مرتبہ استعمال کیا ہے۔ مگر اس لفظ سے صرف وہ مکالمات و مخاطبات الٰہیہ مراد ہیں جو بکثرت ہیں" ان دونوں حوالجات سے ثابت ہے کہ حضرت صاحب پہلے اولیاء سے مخصوص ہیں پھر اس کے بعد میں نے الاستفتاء ص ۱۶ کا حوالہ پیش کیا جس میں حضرت صاحب فرماتے ہیں ان اللہ سمانی نبیا بوحیہ وکذالک سمیت من قبل علی لسان رسولنا المصطفیٰ ولیس مرادہ من النبوۃ الا کثرۃ مکالمۃ اللہ وکثرۃ انباء من اللہ وکثرۃ ما یوحیٰ ولیقول ما نعنی من النبوۃ ما یعنی فی الصحف الاولیٰ بل ھی درجۃ لا تعطیٰ الا من اتباع نبینا خیر الوریٰ۔

پیغامی اس عبارت میں حضرت صاحب نے درجہ کا لفظ رکھا ہے۔ جو اس بات پر دال ہے کہ حضرت صاحب نے یہاں پر نبوت مراد نہیں لی۔ کیونکہ نبوت ایک مقام ہے۔ نہ کہ درجہ۔

احمدی۔ بابو صاحب آپ عربی سے محض ناواقف ہو کر حضرت مسیح موعود کی غلطی نکالتے ہیں ھی کی ضمیر تو نبوت کی طرف راجع ہے۔ اور نبوت کو ہی ایک درجہ فرماتے ہیں۔ اور آپ کہتے ہیں کہ مقام لکھنا چاہئے تھا۔ کیونکہ نبوت ایک مقام ہے۔ مقام کے معنی تو ہیں کھڑا ہونے کی جگہ۔ کیا نبوت کھڑا ہونے کی جگہ ہے۔ تو نبوت ایک درجہ ہے۔ جس میں تدریجاً ترقی ہوتی رہتی ہے۔ جس طرح کہ نبی کریم پہلے نبی تھے۔ لیکن نبوت کے اٹھارہویں سال یعنی ۵ھ ہجری میں آپ کو خاتم النبیین کہا گیا اس کے بعد میں نے کہا کہ مذکورہ بالا حوالجات سے ثابت ہو گیا کہ حضرت صاحب نبی ہیں اب ہم قرآن مجید اور حدیث سے دیکھتے ہیں۔ کہ آیا نبی آ سکتے ہیں یا نہیں تو قرآن میں بہت ساری آیات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ نبی آ سکتے ہیں۔ اور جو معیار قرآن نے نبی کے پہچاننے کے ٹھہرائے ہیں۔ اگر وہ کسی میں پائے جائیں۔ تو وہ نبی ہوگا۔ مثلاً فرمایا ما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا تیسری آیت ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ۔ اور چوتھی آیت یٰبنی آدم اما یأتینکم رسل منکم یقصون علیکم آیتی اور حدیث لو عاش ابراھیم لکان نبیا۔ یہ سب آیات اور حدیث بتلا رہی ہیں کہ نبی آ سکتے ہیں۔ اور حضرت صاحب نبی ہیں میں یہ تقریر کر ہی رہا تھا کہ بابو صاحب نے بیچ میں کہنا شروع کر دیا۔ کہ اب حضرت صاحب کی کتابوں کو چھوڑ کر قرآن و حدیث پر چلے گئے ہیں۔

احمدی۔ بابو صاحب میں ان آیات کے پیش کرنے سے یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں۔ کہ جب قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ کہ امت محمدیہ میں نبی آ سکتے ہیں۔ تو کیا حضرت صاحب قرآن و حدیث کا خلاف کر سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ جب میں نے اما یأتینکم رسل منکم یقصون علیکم آیتی پڑھی تو اس پر بابو صاحب فرمانے لگے

پیغامی ھدیٰ کا لفظ بھی آگے پڑھو۔ حضرت صاحب کونسی ہدایت لائے۔

احمدی۔ اگر حضرت صاحب ہدایت نہ لیکر آئے تو کیا گمراہی لیکر آئے تھے۔ معلوم ہوتا ہے آپ نے کبھی قرآن کو غور سے نہیں پڑھا۔ کیونکہ اگر غور سے پڑھا ہوتا۔ تو یہ اعتراض نہ کرتے کیونکہ ھدیٰ کا لفظ اس آیت میں موجود ہی نہیں۔ ساری آیت یہ ہے یٰبنی آدم اما یأتینکم رسل منکم یقصون علیکم آیتی فمن اتقیٰ واصلح فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون اور اگر ھدیٰ کا لفظ ہوتا بھی تو بھی ہم ثابت کر دیتے۔ کہ حضرت صاحب ھدیٰ لیکر آئے ہیں۔ جیسے حضرت صاحب کا الہام ہے

Digtized by Khilafat Library

هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ و دین الحق
تو ہدایت تو حضرت صاحب لائے۔

پیغامی۔ اس آیت میں بنی آدم مخاطب ہیں

احمدی۔ کیا آپ بنی آدم نہیں۔ اس آیت میں بنی آدم سے تمام انسان مراد لئے گئے ہیں جس میں اُمت محمدیہ بھی شامل ہے۔ جیسے کہ پہلی آیات میں مخاطب کیا گیا ہے۔ یٰبنی آدم قد انزلنا علیکم لباسا۔ کیا اُمت محمدیہ کے واسطے لباس نہیں اُتارا گیا۔ اور یٰبنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد کیا یہ اُمت محمدیہ کو حکم نہیں۔

پیغامی حضرت صاحب نے اس آیت کو کہیں نہیں لکھا۔

احمدی۔ اگر حضرت صاحب نے اس آیت کو نہیں لکھا تو کیا یہ آیت غلط ہے۔ آپ میرے استدلال کو توڑیں اور ثابت کریں۔ کہ میرا استدلال غلط ہے

پیغامی اس طرح کی تو ہم بھی آیات پیش کر سکتے ہیں

احمدی آپ ایک ہی پیش کریں۔

پیغامی لو عاش ابراهیم لکان نبیا یہ حدیث تو وضعی ہے

احمدی۔ آپ ذرا وضعی کی تعریف بتلائیں۔ کہ وضعی حدیث کس کو کہتے ہیں۔ یہ حدیث ایسی ہے کہ جو خاتم النبیین کے معنوں کو بھی حل کر دیتی ہے۔ کہ آنحضرت نے خاتم النبیین سے مراد نبوت جاری ہے۔ کیونکہ آیت خاتم النبیین زید کے قصے ۵ھ میں نازل ہوئی اور آپ کا فرزند ارجمند ابراہیم ۹ھ میں فوت ہوا۔ تو اگر آپ آیت خاتم النبیین کے معنی یہ سمجھتے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ تو آپ اپنے فرزند کے لئے نبی کا لفظ نہ فرماتے۔ جب میں نے یہ آیات اور حدیث پیش کیں تو بابو صاحب کے اوسان خطا ہو گئے اور مسجد سے باہر جا کر جوتا پہننے لگے۔ پریذیڈنٹ صاحب نے کہا کہ مولوی صاحب تقریر کرو تو کہنے لگے۔ کہ اب وقت تھوڑا ہے مجھے ضروری کام ہے۔ اس پر گفتگو کا خاتمہ ہوا۔

جلال الدین مولوی فاضل کلاس مدرسہ احمدیہ قادیان

ہنگامۂ یورپ

جرمنوں نے ریگا کو خالی کر دیا۔ لندن ۳- جنوری کوپن ہیگن سے آنے والا تار مظہر ہے کہ برلن کا ایک پیغام مظہر ہے کہ چونکہ بالشویکس سپاہ کی تعداد جرمنوں کی بہ نسبت زیادہ تھی۔ بدیں وجہ انھوں نے ریگا خالی کر دیا۔

اتحادی قسطنطنیہ میں۔ لندن یکم جنوری رپوٹر کو معلوم ہوا ہے۔ کہ فرانسیسی بٹالین کو استنبول پر قبضہ کرنے کے متعلق تفصیلی حکم ملا ہے برطانوی افواج قسطنطنیہ کا مستقر ہے۔ توقع کی جاتی ہے کہ اطالوی افواج دوسرے مستقر پر قابض ہو جائیں گی۔

اہل پولینڈ کے مقابلہ کے لئے جرمنی افواج کی روانگی کوپن ہیگن ۲- جنوری برلن کا ایک پیام مظہر ہے۔ کہ ناسک سے جرمنی پانچویں ڈویژن کو حکم ملا ہے۔ کہ پول افواج کے مقابلہ پر جائیں۔ جنھوں نے سرحد پر اسنان مزک کو عبور کر لیا ہے۔ اور اطلاع ملی ہے کہ انھوں نے فران خورٹ آن اوڈر پر قبضہ کر لیا ہے۔ یہ افواہ ہے۔ کہ وارسا میں پول گورنمنٹ نے پولینڈ میں ہنگامہ برپا کرنے کا حکم دیدیا ہے بالشویکوں کی نقل و حرکت اپر سیلیپیا میں پھیلی ہوئی ہے۔ ہر جگہ خوف و پریشانی ظاہر ہو رہی ہے۔

جدید جرمن آئین۔ کوپن ہیگن یکم جنوری جدید جرمن آئین میں ایک ایوان عام اور ایک ایوان ریاست ہوگا۔ اس دوسرے ایوان کے اراکین کا تقرر ملکی پارلیمنٹ کریگی۔ تجویز کیگئی ہے کہ پروشیا کو کئی ریاستوں میں تقسیم کر دیا جائے

جزائر آلینڈ کی قلعہ بندیاں توڑ دیجائینگی اسٹاکہام ۲- جنوری۔ سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے۔ کہ سویڈن فنلینڈ اور جرمنی نے جزائر آلینڈ کی قلعبندیاں توڑ دینے کے لئے ایک معاہدہ پر دستخط کئے ہیں۔

پریزیڈنٹ ولسن کی روانگی اٹلی۔ پیرس ۲- جنوری۔ پریسیڈنٹ ولسن اور مسز ولسن اٹلی کو روانہ ہو گئے۔

جرمنی میں اسیران جنگ لندن ۳- جنوری سرکاری طور پر اندازہ کیا جاتا ہے۔ کہ ۲۹ دسمبر کو جرمنی میں ۲۴ ہزار اسیران جنگ موجود تھے جن میں ۵ ہزار ٹرین پر سوار ہو چکے تھے۔ مزید ۸ ہزار امید ہے جنیڈ ورز میں ہالینڈ پہنچینگے اور ۸ ہزار اس ہفتہ بالٹک بندرگاہوں کی راہ واپس گئے جا رہے ہیں۔ جو برطانیوں کی زیر نگرانی ہے۔

صلح کانفرنس۔ لندن ۳- جنوری۔ پیرس کی ایجنسی مظہر ہے کہ عام طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ کہ ۱۳- جنوری کو برطانیہ کلاں۔ فرانس۔ امریکہ اور اٹلی کے درمیان صلح کے متعلق ابتدائی مباحثات شروع ہونگے۔

سرچارلس منرو کو اعزاز۔ لندن یکم۔ جنوری سر چارلس منرو کو جنگ میں خدمات سرانجام دینے کے صلہ میں نایٹ کمانڈر کا اعزاز عطا کیا گیا ہے

مسٹر روزولٹ کا انتقال لندن۔ ۶- جنوری نیویارک۔ مسٹر روزولٹ سابق پریسیڈنٹ امریکہ آج صبح کے ۴ بجے انتقال کر گئے۔ پہلی جنوری سے صاحب فراش تھے۔ انھیں وجع مفاصل کا مرض پڑا۔

روما میں پریزیڈنٹ ولسن کا استقبال۔ روما ۳- جنوری۔ پریسیڈنٹ ولسن روما پہنچ گئے۔ اور اسٹیشن پر بادشاہ۔ ملکہ۔ وزرا اور حکام نے استقبال کیا اور ایک جم غفیر نے نہایت جوش و خروش کے ساتھ پریسیڈنٹ ولسن کا خیر مقدم کیا۔

قیصر معزول کے مقبوضات ہیگ ۳ جنوری ٹیلیگراف کو معلوم ہوا ہے۔ کہ معزول قیصر کے مقبوضات کے متعلق برطانوی اور ڈچ گورنمنٹوں میں سمجھوتہ ہو گیا ہے

باہتمام شیخ عبد الرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپ کر مالکان کے لئے شائع ہوا